فکرِ اقبال اور عصرِ حاضر

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Dr. Samina Nadeem

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt. Post Graduate Islamia College For Women,

Cooper Road, Lahore.

Abstract:

Allama Iqbal was one of the greatest poet of the Twentieth century and the greatest Urdu poet of the era. His Poetry and Philosophy covers the present, Past and the future scenario. Some commentator have opined that Iqbal was relevant only to his own time i.e. First of the Twentieth century. They maintain that he has propogated his thoughts which were relevant only to the mechanical era.

When most muslims nations and India were under foreign subjugation. Now it is a different age. But other scholars maintained that his thought is still relevant, and always be in the future. In this Article Dr. Samina Nadeem advocates that Iqbal is still relevant and will always be.

عصر حاضر میں فکر اقبال کی معنویت تلاش کریں تو ایک ہمہ جہت نظام معاشرت کی طرف نظر جاتی ہے سماج ہو یا اقتصادیات تعلیم ہو یا فنون لطیفہ علامہ اقبال کی کثیر الجہات فکری شخصیت ہر شعبہ حیات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے ''شمع وشاعر'' کا یہ بند دیکھیے جو آج کی صورت حالات سے گہری مطابقت رکھتا ہے دور و اثر سے بھرپور یہ اشعار کیا پیام سنا رہے ہیں:

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی منہا اُسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیانے رہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا(۱)

اقبال نے یہاں اپنی ذات کے مدہوش ہونے کا قصہ نہیں سنایا بلکہ ساقی اور میخانے سے سوئے ہوئے جذبات کو پھر سے زندہ کرنے کی آرزو کی ہے اس آرزو کی شدت اگلے شعر میں دیکھیئے:

بے خبر تو جو ہر آئینہ ایّام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے(۲)

اور پھر حسب روایت اقبال رجائی لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی(۳)

یہ رجائیت ''طلوع اسلام'' میں زیادہ بااعتماد دکھائی دیتی ہے:

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب اُبھرا گیا دورِ گراں خوابی(۴)

یہ اشعار کسی بھی گم کردہ راہ قوم کو نئی منزلوں کی جانب سفر کرنے کا وقار بخشتے ہیں فکر اقبال کی معنویت اسلئے مسلم ہے کہ ان کے ہاں محض تخیلی دنیاؤں کی خواہش نہیں بلکہ تحرک اور عمل کا فلسفہ ہمارے معاشرتی ڈھانچے سے آج بھی پوری اور مکمل مطابقت رکھتا ہے وہ جن اخلاقی اقدار و روایات کے طلبگار ہیں آج معاشرے میں ہمیں ان روایات کے فقدان سے ہونے والے نقصان کا احساس رہتا ہے:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا(۵)

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی(۶)

فکر اقبال کل بھی تسخیر کائنات پر آمادہ تھی اور آج بھی قوم کو سچائی کا عملی درس دے رہی ہے آج مسلمان قوم تساہل پسند ہے نظم ''خضر راہ'' میں جواب خضر کا آغاز ایک آفاقی سچائی ہے۔

کیوں تعجب ہے مری صحرانوردی پر تجھے
یہ تگا پوئے دما دم زندگی کی ہے دلیل(۷)

یہ حقیقت ہے کہ تگاپوئے دمادم انسانی بقا و ارتقا کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو ایک نسل سے دوسری میں آسانی سے منتقل کیا جاسکتا ہے ویسے بھی بنظر غائر دیکھا جائے تو زندگی تمام سفر ہے، تحرک ہے، عمل ہے۔ کلام اقبال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کوئی بھی اعلیٰ درجے کی تخلیق فنی ریاضت اور غیر

معمولی محنت کے بغیر ممکن نہیں نظم ''ایجادِ معانی'' کے اشعار دیکھئے:

ہر چند کہ ایجادِ معانی ہے خداداد
کوشش سے کہاں مردِ ہنر آزاد
خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
میخانہ حافظ ہو کہ بت خانہ فرہاد(۸)

اقبال کے ہاں جذبے اور تخیل کی آمیزش نے جو رنگ آمیزی کی وہ ان کے مشاہدے کا حاصل ہے پھر اس کے اظہار میں ان کا فنی خلوص ہنر کے لازوال معجزے دکھاتا ہے۔عصر حاضر میں بھی نغمہ نے کی تاثیر کے لیے نے نواز کے دل میں جھانکنے کی ضرورت ہے:

آیا کہاں سے نغمہ نے میں سرورِ مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نے
جس روز دل کی رمزِ مغنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے(۹)

آج ہنر مندوں میں سخت فنی ریاضت خال خال نظر آتی ہے اقبال نے جگر خوں کرنے کی اصطلاح کا بار بار ذکر کیا اس کا مقصد اصل میں اس لگن اور تاثیر کو پھر سے زندہ کرنا تھا۔ جو اقبال کو ''مسجد قرطبہ'' میں نظر آئی:

رنگ ہو یا خشت و سنگ چنگ ہو یا حرف وصوت
معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود!
قطرہ خونِ جگر سل کو بناتا ہے دل
خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود(۱۰)

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو(۱۱)

اقبال انسان کو بنیادی طور پر ایک قوت سمجھتے ہیں اور اسے براہ راست اس بات کا احساس بھی دلاتے ہیں نظم ''نصیحت'' میں یہ احساس کتنا نمایاں ہے۔

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے، وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اٹھ کے شریکِ تگ و تاز
غمِ صیاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں!
پھر سبب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغِ پرواز(۱۲)

جب یہ مشت خاک شریک تگ و تاز ہو تو اس کی تلاش میں رنگ و بو کے قافلے نکلتے ہیں۔

آیہ کائنات کا معنی دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ وبو(۱۳)

لیکن اقبال کا وژن انسانی ہمت اور جرات کے سامنے نیلگوں فضاؤں اور مہرومہ کی چکا چوند کو بھی ماند خیال کرتا ہے اور فطرت سے آگے قدم بڑھانے کی آرزو رکھتا ہے۔

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اُس سے نہ ہو سکا ، وہ تو کر(۱۴)

اکیسویں صدی میں بھی مقام رنگ و بو کی تسخیر عشق اور لگن کے بغیر ممکن نہیں اور فکر اقبال کے زاویے کسی نہ کسی طور عشق، لگن، جستجو اور جذب و مستی سے جڑے ہیں عصر حاضر میں یہ تمام محرکات انسانی فطرت میں بہت کم اپنی سچائی اور توانائی کے ساتھ موجود ہیں جبکہ اقبال انسانی نظر کی باطنی روشنی اور نگاہ شوق کی بلندی کے خواہاں رہے:

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہ شوق اگر نہ ہو شریک بینائی(۱۵)

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں(۱۶)

اقبال اپنے عہد میں تہذیب حاضر سے بدظن تھے کیونکہ اس تہذیب کے سبب فرد تشکیک کا شکار ہو چلا ہے نیز مغربی تہذیب کی پیروی و تقلید میں اپنی اسلامی اقدار و روایات فراموش کر بیٹھا ہے اقبال کے تدبر اور تفکر نے مسلمانوں کو قبل از وقت خبردار کیا۔

علم حا ضر پیش آفل درسجود
شک بیفرود و یقین از دل ربود(۱۷)

اقبال نے فرد کا علاج ''خودشناسی'' کے عمل میں ڈھونڈ لیا یہ خودشناسی کی رمز اکیسویں صدی کا فرد پالے تو وہ بھی اپنے معجزہ ہائے ہنر کو باآسانی پروان چڑھا سکتا ہے۔

اندرایں کشور مقام خود شناس(۱۸)

''ضرب کلیم'' کو اقبال نے عصر حاضر کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا نظم ''عصر حاضر'' میں افکار کی پختگی ملاحظہ ہو:

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام

مردہ لادینی افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام(۱۹)

اقبال کے افکار و نظریات میں خودی انسانی ذات کا مرکز اور روشن نقطہ ہے جس کا مقصد تعین ذات کے علاوہ کچھ اور نہیں یعنی انسان اپنی کار استعداد کو اس مقام پر لے جائے کہ خدا اس اس کی رضا طلب کرے اور وہ اپنی تقدیر بنانے کا خود اہل ٹھہرے دراصل خودی اقبال کے نزدیک پیام عمل ہے جو زندگی کے میدان میں اپنی منازل خود تلاش کرتی ہے اور اپنی آرزوؤں کی تکمیل کرتی ہے میری رائے میں جتنی ضرورت آج اقبال کے نظریہ خودی کی ہے اس سے قبل نہ تھی اب نسل نو کو تقلید کی نہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو پہچاننے کی ضرورت ہے خود اپنی راہ عمل منتخب کرنے کی ضرورت ہے۔ پیام مشرق میں ''محاورہ مابین خدا اور انسان'' میں اقبال کے نظام فکر کی معنویت کھل کر سامنے آتی ہے۔

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم(۲۰)

اقبال نے انسان کی تخلیقی قوتوں سے آشنا ہو کر نوجوان نسل کی بے پناہ صلاحیتوں کو عمل کی کسوٹی پر پرکھنے کا پیام دیا یہ پیغام آج کتنا حیات افروز ہے کہ عصر حاضر میں مختلف سیاسی جماعتیں نوجوان نسل کی طرف خاص توجہ کر رہی ہیں اور حکومت وقت نے بھی کئی اقدامات کیے ہیں۔ اقبال کے جوش فکر نے ہمیشہ نسل نو کی رہبری کی ان کی دوررس نگاہوں نے جان لیا تھا کہ کسی تہذیب و معاشرت کی ترقی و آبداری میں نوجوان نسل بہترین معاون ثابت ہو سکتی ہے جوانوں سے اقبال کا تخاطب دیکھیے:

خرد کو غلامی سے آزاد کر جوانوں کو پیروں کا اُستاد کر
جوانوں کو سوز جگر بخش دے مرا عشق مری نظر بخش دے(۲۱)

اقبال نے نوجوانوں کو ''شاہین'' پکارا کیونکہ شاہین ایک بلند نظر، خوددار، بلند پرواز، باہمت اور خطر پسند پرندہ ہے۔ اقبال نے یہ علامت تخلیق کی تو اس کو مشرقی روحانیت کا لبادہ اوڑھایا اس میں فقر، درویشی، قلندری اور خودداری کے بے مثل اوصاف پیدا کیے۔ شاہین کی خوبیاں اقبال کے تخیل سے مکمل ہم آہنگ ہیں بال جبریل میں نظم ''شاہین'' اس کا بہترین اظہار ہے:

بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھ کو
ازل سے ہے فطرت میری راہبانہ
یہ پورب یہ پچھّم چکوروں کی دنیا
مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ(۲۲)

عصر حاضر میں نوجوانوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ وہ کیا طریق کار ہے جس کو اپنا کر وہ اقبال کی فکر اور سوچ کو تعبیر عطا کر سکتے ہیں فکر اقبال نے حیات و کائنات کے اسرار کو جس انداز میں ہمارے سامنے پیش کیا بلاشبہ وہ عام روایتی انداز سے الگ تھا اس کے روابط باطن سے جڑے تھے عقل سے نہیں آج بھی نسل نو عقل سے جڑی ہے اور عشق و معرفت سے دور جا رہی ہے۔ اقبال نے ابتدا میں ہی ''بانگ درا'' میں نظم ''عقل و دل'' میں اعلان کر دیا:

دل نے سُن کر کہا یہ سب سچ ہے پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں

راز ہستی کو تو سمجھتی ہے اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں

ہے تجھے واسطہ مظاہر سے اور باطن سے آشنا ہوں میں

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے تو خدا جو، خدا نما ہوں میں(۲۳)

عقل کے مقابلے میں عشق ایک فعال قوت ہے جو انسان کے باطن میں ہر لحظہ تغیر اور انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہے بقول عابد علی عابد:

> ''یہ واقعہ ہے کہ اقبال کو نوجوانوں سے توقعات نسبتاً زیادہ تھیں اس کی وجہ ظاہر ہے۔ عمر کی پختگی بے شک تدبر اور فراست سے کام لیتی ہے لیکن سود و زیاں کا شعور اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اکثر ذوق عمل اس پریشانی میں مردہ ہو جاتا ہے۔''(۲۴)

اقبال نے ہمیشہ چاہا کہ نوجوان نسل ان کی آہ سحر سے بیدار ہو جائے ان کے ہاں جو عشق کا مفہوم ہے تو اس کے پس منظر میں اقبال کا جذبہ طلب و جستجو، ذوق و شوق اور عرفان و وجدان نمایاں ہے۔ اقبال عشق کی بے پناہ قوت تخلیق کا اسیر ہے جس کے زیر اثر انسان نئی دنیاؤں کی تعمیر کرتا ہے اور اسے رنگ ثبات دوام بخشتا ہے۔ عصر حاضر میں اس جذبہ تحرک و عمل کا فقدان نظر آتا ہے۔ لگن اور شوق کی کمی دکھائی دیتی ہے ''مسجد قرطبہ'' کے اشعار دیکھیے:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام(۲۵)

اقبال کے ہاں عشق کے اظہار میں بھی کوئی نہ کوئی فلسفہ یا پیغام پوشیدہ نظر آتا ہے ان کا عشق محض محویت اور استغراق نہیں ہے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے درست لکھا ہے:

''اقبال نے جس کیفیت یا جس جذبے کا نام عشق رکھا ہے اس کے مظاہر کی گونا گوئی کی کوئی حد نہیں عشق کہیں قوت قلب وجگر پیدا کرتا ہے کہیں عقل کی پشت پناہی کرتا ہے کہیں چشم نمناک میں ظہور کرتا ہے کہیں بےخودی کا رنگ اختیار کرتا ہے اور کہیں خودی کو استوار کرتا ہے اقبال کہتا ہے کہ مجھ پر تو اس نے یہی عمل کیا ہے کہ مجھ پر اپنی خودی کو آشکار کردیا ہے۔''(۲۶)

عصر حاضر میں فرد کے اندر جس اعتماد اور بھروسے کی شدید کمی نظر آتی ہے فکر اقبال کی معنویت کو ایک بار پھر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جہاں انسان سخت کوشش، جدوجہد، خطرات کی جستجو اور بلند مقاصد سے اپنی خودی کی تکمیل کرتا ہے اور زمین پر خدا کا نائب ہونے کا فخر یہ اعلان بھی۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، بانگ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص: ۱۸۷

۲۔ ایضاً، ص: ۱۹۲

۳۔ ایضاً، ص: ۱۹۴

۴۔ ایضاً، ص: ۲۶۷

۵۔ ایضاً، ص: ۲۷۳

۶۔ محمد اقبال، بال جبریل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، دسمبر ۱۹۷۸ئ، ص: ۱۷

۷۔ محمد اقبال، بانگ درا، ص: ۲۵۷

۸۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۶ئ، ص: ۱۱۱

۹۔ ایضاً، ص: ۱۱۵۔ ۱۱۴

۱۰۔ محمد اقبال، بال جبریل، ص: ۹۵

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۱۳

۱۲۔ محمد اقبال، بانگ درا، ص: ۱۷۷

۱۳۔ محمد اقبال، بال جبریل، ص: ۱۱۲

۱۴۔ ایضاً، ص: ۵۹

۱۵۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، ص: ۱۱۱

۱۶۔ محمد اقبال، بال جبریل، ص: ۵

۱۷۔ محمد اقبال، زبور عجم، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص: ۱۸۷

۱۸۔ محمد اقبال، پس چہ باید کرد، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص: ۲۴

۱۹۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، ص: ۸۱

۲۰۔ محمد اقبال، پیامِ مشرق، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص: ۱۱۴

۲۱۔ محمد اقبال، بالِ جبریل، ص: ۱۲۴

۲۲۔ ایضاً، ص: ۱۶۵

۲۳۔ محمد اقبال، بانگِ درا، ص: ۴۲

۲۴۔ عابد علی عابد، شعرِ اقبال، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ئ، ص: ۲۱۶

۲۵۔ محمد اقبال، بالِ جبریل، ص: ۹۴

۲۶۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، طبع ششم، جون ۱۹۸۸ئ، ص: ۳۶۲

☆......☆......☆